© rasailojaraid.com

شہاب الدین مقتول اور فلسفۂ مشائیت

جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی، رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی
(اترپردیش)

برہان کی کسی سابقہ اشاعت میں جناب حکیم فضل الرحمٰن صاحب سواتی نے حافظ ابن تیمیہؒ کی حسب ذیل عبارت پر تعقب فرمایا ہے:

"لکنَّ هٰذِهِ الفَلسفَةَ الَّتی یَسلُکُها الفارابیُّ وَابنُ سینا وَابنُ رُشدٍ وَالسهروردیُّ المَقتولُ ونَحوُهُ فَلسفَةُ المَشّائینَ وَهِیَ المَنقولَةُ عَن اَرسطو الَّذی یُسَمّونَهُ المعلّم الاوّل"

اس تعقب کی توضیح میں حکیم صاحب نے فرمایا ہے

"فلاسفۂ میزانین اور متکلمین نے عالم کے چار قسم کئے ہیں صوفی، اشراقی، متکلم، مشائی اور وجہ انحصار یوں لکھی ہے کہ عالم یا تو اثباتِ مدعٰی استدلال سے کرتا ہوگا اور یا تزکیۂ نفس سے اور ان میں سے ہر ایک یا تو تابعِ دین سماوی ہوگا یا نہ ہوگا۔ جو استدلال سے کام لیتا ہو اور تابعِ دین سماوی ہو وہ متکلم ہے اور جو تابعِ دین سماوی نہ ہو اور استدلالی ہو وہ مشائی ہے۔ جیسے ارسطو اور اس کے متبعین اور جو تزکیۂ نفس سے کام لیتا ہو اور ساتھ اس کے تابعِ دین سماوی ہو وہ صوفی ہے اور جو تابعِ دین سماوی نہ ہو وہ اشراقی ہے جیسے افلاطون اور اس کے متبعین۔ شیخ شہاب الدین مقتول مشائی نہیں بلکہ اشراقی ہے اور معمولی اشراقی بھی نہیں بلکہ شیخ الاشراق کے لقب سے مشہور ہے، اس کو مشائیوں کی صف میں کھڑا کر دینا سخت

ؔ لیکن یہ فلسفہ جس کے مسلک پر فارابی، ابن سینا، ابن رشد، شہاب الدین سہروردی مقتول اور اس جیسے لوگ گامزن ہیں مشائین کا فلسفہ ہے جو ارسطو سے منقول ہے جسے (ارسطو) لوگ معلم اول کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظلم ہے مشائیوں کا تو وہ اس قدر خلاف ہے جس قدر کہ خود ابن تیمیہؒ خلاف ہیں۔ ان کی مخالفت کا نقشہ کوئی دیکھنا چاہے تو صدرا مصنفہ صدر الدین شیرازی کا مطالعہ کرے۔ بحثِ اثبات ہیولی میں مشائیوں اور اشراقیوں کی جو لڑائی ہے اس میں اشراقیوں کی طرف سے مشائیوں کے مقابلہ میں شیخ شہاب الدین مقتول (شیخ الاشراق) اشراقیوں کے سپہ سالار معلوم ہوتے ہیں اور مشائیوں پر سخت حملے کر رہے ہیں اور ان کے دلائل کی بڑی عمدگی سے تردید کرتے جاتے ہیں۔[۱]

اس تعقب کا ماحصل یہ ہے کہ ابن تیمیہؒ کا سہروردی مقتول کو مشائیوں کی صف میں کھڑا کر دینا سخت غلطی و سخت ظلم ہے کیونکہ :-

۱- تقسیم مذکور کے مطابق وہ اشراقی ہیں۔

۲- شیخ الاشراق کے لقب سے مشہور ہیں اور

۳- صدرا میں انھوں نے مشائیوں پر سخت حملے کئے ہیں اور ان کے دلائل کی بڑی عمدگی سے تردید کی ہے

حکیم صاحب کے معصد بالا تعقب کے ساتھ میں خود کو متفق بنانے سے قاصر رہا ہوں۔ ایسا اندیشہ ہوتا ہے کہ انھوں نے علامہ ابن تیمیہؒ کی جامعیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اسلامی ثقافت کا یہ عبقری صرف مفسر و محدث ہی نہیں تھا بلکہ تاریخ ملل و نحل اور اسلامی فکر کی مختلف تحریکوں کا بھی زبردست عالم تھا۔

ابن تیمیہ اور فلسفیانہ افکار سے واقفیت

ابن شاکر کتبی نے حافظ شمس الدین الذہبی سے نقل کیا ہے:

"ما معرفته بالملل والنحل والاصول والکلام؟ فلا اعلم له فیه نظیراً"[۲]

جہاں تک ابن تیمیہؒ کی تاریخ ملل و نحل اور اصول و کلام سے واقفیت کا تعلق ہے، تو مجھے ان علوم میں اُن کے مانند کوئی شخص معلوم نہیں۔

اور باوجود سلفی المذہب، متبع کتاب و سنت اور "منکر فلسفہ" ہونے کے وہ فلسفہ کے دقائق و غوامض سے شاید اُن کے دعویٰ فلسفہ کرنے والے عقیدت مندوں سے بھی زیادہ واقف تھے۔ ابن شاکر نے آگے چل کر لکھا ہے:

"وان لاح ابن سینا یقدم الفلاسفة" — اور اگر ابن سینا ظاہر ہوتا کہ فلاسفہ کو آگے بڑھائے

[۱] برہان دسمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۳۶۸-۳۶۹ ۔ [۲] فوات الوفیات جلد اول صفحہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلسہم وجشہم وهتك استارهم — تو وہ (ابن تیمیہ) انھیں مفلس و دیوالیہ بنادیتے،
وکشف عوارهم"[۱] ... ان کے پردوں کو چاک کردیتے اور ان کی کمزوریاں
.... کو بے نقاب کردیتے۔

اور ابن شاکر کے یہ الفاظ مبالغہ نہیں ہیں چنانچہ منہاج السنہ، بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول اور الرد علی المنطقیین اس پر شاہد ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلاسفہ کی ہفوات و اباطیل سے بیزار ہونے کے باوجود ان کی باہمی تفریق و تدقیق پر خبرۂ تامہ رکھتے تھے۔ مثلاً وحدت الوجود کے بارے میں بڑے بڑے افاضل کا خیال ہے کہ اس کے قائلین "وجودِ مطلق" کو حقیقت باری سمجھتے ہیں۔ مگر علامہ ابن تیمیہؒ نے بتایا ہے کہ نہیں اس باب میں "فرقِ وجودیہ" کے تین گروہ ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

"وهؤلاء منتهاهم ان يقولوا هو الموجود المطلق بشرط الاطلاق كما قاله طائفة منهم او بشرط نفی الامور الثبوتية كما قاله ابن سينا واتباعه او يقولون هو الوجود المطلق لا بشرط كما يقوله القونوی" (بیان صریح المعقول لصحیح المنقول جلد اول صفحہ ۱۷۱)

(اور ان لوگوں کا (فرقِ وجودیہ کا) منتہائے کمال یہ ہے کہ وہ ذات باری کو وجودِ مطلق بتاتے ہیں (اس میں ان کے تین مذہب ہیں)

(الف) وجودِ مطلق بشرط الاطلاق۔ یہ ایک گروہ کا مذہب ہے۔

(ب) وجودِ مطلق بشرط نفی الامور الثبوتیہ۔ یہ ابن سینا اور اس کے متبعین کا مذہب ہے۔

(ج) وجودِ مطلق لابشرط شئی۔ یہ صدر الدین القونوی (اور اسی طرح ابن عربی، ابن سبعین اور ابن الفارض وغیرہم) کا مذہب ہے۔[۲]

علامہ ابن تیمیہؒ نہ صرف متکلمین اسلام کی فکری کاوشوں سے واقف تھے بلکہ اُن پر فلاسفہ نے جو نقد و تبصرہ کیا تھا اس سے بھی تفصیلی طور پر واقف تھے۔ مثال کے طور پر متکلمین سابقین کی خوشہ چینی کے بعد امام رازیؒ نے حدوثِ عالم

[۱] فوات الوفیات جلد اول صفحہ ... [۲] بیان صریح المعقول لصحیح المنقول برحاشیہ منہاج السنہ جلد اول صفحہ ...

© rasailojaraid.com

پر جو دلائل قائم کئے تھے اور اثیر الدین الابہری نے ان دلائل کی جو تزییف کی تھی علامہ اُس سے پورے طور پر آگاہ تھے چنانچہ بیان صریح المعقول لصحیح المنقول میں معتزلہ اور اشاعرہ کے منہاج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

والابہری قد ابطل حجة المعتزلة	اور معتزلہ اور اشاعرہ وغیرہ نے حدوث اجسام
والاشعرية ونحوهم على حدوث	پر جو دلائل قائم کئے ہیں، اثیر الدین ابہری نے
الاجسام واراد ان يعتذر عن	ان کا ابطال کیا ہے اور فلاسفہ کی جانب سے
الفلاسفة فقال[1]	معذرت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اس کے بعد امام رازیؒ پر ابہری کے اعتراضات کو نقل کیا ہے۔

یہی نہیں بلکہ وہ اس تفصیل سے بھی واقف تھے کہ اساطین مفکرین اسلام کی عبقریت کی تشکیل میں کن کن مفکرین قدیم کے فکر نے ذرہ ذرہ سانے حصہ لیا ہے مثلاً امام رازیؒ کے متعلق یہ تفصیل شاید متکلمین و فلاسفہ کو بھی معلوم نہ ہو کہ انھوں نے اپنے پیشروؤں میں سے کس کس سے استفادہ کیا ہے اور کس کس سے نہیں مگر ابن تیمیہؒ نے امام رازیؒ پر اُن کے پیشروؤں کی مصنفات کا بڑی دقتِ نظری سے مطالعہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ابو عبد الله الرازي غالب مادته في	ابو عبد اللہ (امام فخر الدین) رازی نے معتزلہ
كلام المعتزلة ما يجده في كتب	میں سے ابو الحسین البصری اور اس کے شاگرد
ابي الحسين البصري وصاحبه محمود	محمود خوارزمی اور اُس کے استاد عبد الجبار ہمدانی
الخوارزمي وشيخه عبد الجبار الهمداني	کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے فلاسفہ میں سے
ونحوهم وفي الكلام الفلاسفة ما يجده	شیخ بو علی ابن سینا اور ابو البرکات بغدادی
في كتب ابن سينا وابي البركات ونحوهما	وغیرہا کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور
وفي مذهب الاشعري على كتب	اشاعرہ میں سے ابو المعالی کی کتابوں مثلاً کتاب
ابي المعالي كالشامل ونحوه وبعض كتب	الشامل وغیرہ سے اور قاضی ابو بکر باقلانی وغیرہ
القاضي ابي بكر وامثاله واما كتب	کی کتابوں سے فیض حاصل کیا ہے۔ رہیں علم اشاعرہ

[1] بیان موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول جلد اول ص ۳۴۔

© rasailojaraid.com

القدماء کابی الحسن الاشعری وابی محمد بن کلاب وامثالھما وکتب قدماء المعتزلة والنجاریة والضراریة ونحوھم فکتبه تدل علی انه لم یکن یعرف ما فیھا عن الك مذھب طوائف الفلاسفة المتقدمین [51]

جیسے امام ابو الحسن الاشعری اور امام ابو محمد بن کلاب وغیرہ نیز قدماء معتزلہ ونجاریہ وضراریہ وغیرہم کی کتابیں تو امام رازیؒ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان قدماء کی کتابوں کے مضامین سے واقف نہیں تھے اسی طرح وہ قدیم فلاسفہ کے مختلف مکاتب خیال سے بھی واقف نہیں تھے۔

یہ چند مثالیں جن کا استقصار تقریباً ناممکن ہے، ظاہر کرتی ہیں کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے فلاسفہ کی مفوات واباطیل کا نیز مشہور عباقرۂ اسلام کی فکری تشکیل کا بڑی دقت نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ لہٰذا ایسے بالغ النظر محقق سے یہ تسامح مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی بنیاد کے "اشراقی اعظم" (شیخ الاشراق) کو مشائیوں کی صف میں لاکر کھڑا کردیں۔ اور یہی نہیں کہ اتفاقاً کسی جگہ ان سے اس قسم کا تسامح ہوجائے بلکہ بار بار اس کا اعادہ کرتے ہیں الرد علی المنطقیین میں لکھتے ہیں :-

ولکن مذھب الفلاسفة الذین نصرہ الفارابی وابن سینا وامثالھما کالسھروردی المقتول علی الزندقة وکابی بکر ابن الصائغ وابن رشد الحفید ھو مذھب المشائین [52]

ذیل میں اسی استبعاد کی توضیح کی جارہی ہے۔

ا۔ سہروردی اور اشراقیت

حکیم صاحب کی یہ دلیل کہ سہروردی "عالم" کی مینہ اقسام چہارگانہ (یا سہ گانہ) کا قائل ہے (جو مشائی کا مصداق نہیں ہے) محل نظر ہے کیونکہ

اولاً: اس تقسیم کی سند مبہم ہے

---

[51] موافقة صریح المعقول لصحیح المنقول جلد ثانی ص۸ ۔ [52] الرد علی المنطقیین ص۳۳۵ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثانیاً : یہ تقسیم جامع نہیں ہے اور

ثالثاً . علی سبیل التنزل اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ تقسیم مستند اور جامع ہے تب بھی واقعات اُس نتیجے کے نکالنے میں مساعدت نہیں کرتے جو حکیم صاحب نے نکالا ہے ۔

عالم کی بنیادی تقسیم چار کا ۔ | حکیم صاحب نے فرمایا ہے

"فلاسفہ یونانیین اور متکلمین نے عالم کے چار قسم کئے ہیں صوفی، اشراقی، متکلم، مشائی"

لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ "فلاسفہ یونانیین" اور "متکلمین" کا یہ

۱۔ متفقہ قول ہے یا

۲۔ ان کی کسی جماعت کا قول ہے یا

۳۔ ان کے بعض افراد کا قول ہے

واقعہ یہ ہے کہ فلاسفہ و متکلمین کا متفقہ قول نہیں ہے کیونکہ مشاہیر فلاسفہ و متکلمین کے یہاں یہ تقسیم دیکھنے میں نہیں آئی ۔

فلاسفہ میں قدیم ترین فلسفی جس سے تاریخ اسلام واقف ہے ابو یوسف یعقوب بن اسحٰق الکندی ہے[۵]۔ عالم یا علوم کی تقسیم پر کندی کی کسی کتاب کا علم نہیں لیکن اس کے چند رسائل ہنوز موجود ہیں اُن میں ایک رسالہ "فی کمیۃ کتب ارسطوطالیس وما یحتاج الیہ فی تحصیل الفلاسفۃ" ہے جسے عبدالہادی ابوریدہ نے رسائل الکندی الفلسفیۃ کے ضمن میں شائع کر دیا ہے[۵]۔ میں نے اس رسالہ کا یوں ذکر کیا کہ شیخ بو علی سینا نے بھی کچھ اسی قسم کا ایک رسالہ "فی اقسام العلوم العقلیۃ" مرتب کیا ۔ بہرحال کندی کے اس رسالہ میں حکیم صاحب کی بنیادی تقسیم چار گانہ نہیں ملتی ۔ مسلمانوں میں "فلاسفہ یونانیین" کا مصداق اولین ابو نصر فارابی ہے جیسا کہ قاضی صاعد نے اس کے تذکرے میں لکھا ہے

---

[۵] میں نے فلسفۂ یونان کو قصداً نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ نہ تو اصولاً ان کے یہاں ہمیں اس انداز کی تقسیم کی توقع کرنی چاہیے اور نہ عملاً [illegible] [۵] "رسائل الکندی الفلسفیۃ" مرتبہ ڈاکٹر عبدالہادی ابوریدہ شائع کردہ دار الفکر العربی بمصر سنہ ۱۹۵۰ء ، ص ۳۵۹ - ۳۶۲ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ابونصر محمد بن محمد بن نصر الفارابی فیلسوف المسلمین بالحقیقة"[1]

اسی طرح ابن القفطی نے لکھا ہے

"محمد بن محمد بن طرخان ابونصر الفارابی ..... فیلسوف المسلمین غیر مدافع"[2]

اور اپنے فضل وکمال کی بنا پر متاخرین میں "المعلم الثانی" کے لقب سے مشہور رہے۔ اُس نے تقسیم علوم پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "احصاء العلوم" لکھا تھا جو نہ صرف مشرق ہی میں مقبول ہوا بلکہ یورپ میں بھی غیر معمولی اعتنا کا مستحق سمجھا گیا۔ اس کے مقدمہ میں فارابی لکھتا ہے:۔

"قصدنا فی هذا الکتاب ان نحصی العلوم المشهورة علماً علماً ... ونجعله فی خمسة فصول: الاول فی علم اللسان واجزاءه والثانی فی علم المنطق واجزاءه والثالث فی علوم التعالیم وهی العدد والهندسة وعلم المناظر وعلم النجوم التعلیمی وعلم الموسیقی وعلم الاثقال وعلم الحیل والرابع فی العلم الطبیعی واجزائه وفی العلم الالٰهی واجزائه والخامس فی العلم المدنی واجزائه وفی علم الفقه وعلم الکلام"[3]

اس کتاب میں ہمارا ارادہ ہے کہ ہم علوم مشہورہ کو گنائیں ..... اور انھیں پانچ فصلوں میں بیان کریں: پہلی فصل لسانی علوم اور اس کی شاخوں کے بیان میں، دوسری فصل علم المنطق اور اس کے اجزاء ثمانیہ کے بیان میں، تیسری فصل علوم ریاضیہ یعنی حساب، ہندسہ، علم المناظر، ہیئت، موسیقی، جراثقال اور میکانکس میں، چوتھی فصل طبیعیات والہیات اور ان کے اجزاء ومباحث کے بیان میں اور پانچویں فصل علوم اجتماعیات اور اُس کی شاخوں نیز علم الفقہ اور علم الکلام کے بیان میں۔

ظاہر ہے کہ فارابی کی یہ تقسیم مذکورۃ الصدر تقسیم چہارگانہ سے قطعاً مختلف ہے۔

اس سے زیادہ منطقی تقسیم فارابی نے "التنبیه علی سبیل السعادة" میں کی ہے۔ وہ کہتا ہے علم کی دو قسمیں

[1] طبقات الامم للقاضی صاعد اندلسی ص ۸۳ ۔ [2] اخبار العلماء باخبار الحکماء لابن القفطی ص ۱۸۲

[3] احصاء العلوم للفارابی ص ۴۳ ۔

© rasailojaraid.com

ہیں: ایک وہ جس کے ذریعے اُن موجودات کی معرفت حاصل ہوتی ہے جن کے اندر انسان کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہے، انہیں علومِ نظریہ کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس سے اُن امور کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو انسان کے ارادہ و اختیار کے اندر ہیں اور انہیں علومِ عملیہ اور فلسفۂ مدنیہ کہتے ہیں۔ پھر علومِ نظریہ کی تین قسمیں ہیں: علم التعالیم (ریاضی)، علم طبیعی اور العلم الالٰہی (یا علم مابعد الطبیعہ)۔ اسی طرح موخر الذکر (علوم عملیہ) کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس سے افعالِ جمیلہ کا علم حاصل ہوتا ہے، اسے الصناعۃ الخلقیۃ یا علم الاخلاق کہتے ہیں۔ دوسری قسم اُن امور کی معرفت پر مشتمل ہے جس سے اہلِ مدینہ کو نیک باتیں حاصل ہوتی ہیں، اسے علم المدن کہتے ہیں۔

بعد میں اس تقسیم کو شیخ بوعلی سینا نے جو نام نہاد اسلامی فلسفہ کا بانی ہے اپنا لیا۔ اُس نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "اقسام العلوم العقلیۃ" لکھا اور اس اندازِ تقسیم کی بنیاد ڈالی جو آج کے دن تک فلاسفہ میں مروج ہے۔ یعنی حکمت کی دو قسمیں ہیں: حکمتِ نظری اور حکمتِ عملی۔ حکمتِ نظری کی تین قسمیں ہیں: طبیعیات، ریاضیات اور الٰہیات۔ اور دوسرے حکمتِ عملی کی تین قسمیں ہیں: علم الاخلاق، تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن۔ اس کے بعد ہر قسم کے اصول و فروع میں تقسیم کر کے ہر ایک کو ذیلی مباحث میں تقسیم کیا۔ اسی تقسیم کو بعد کے تمام فلاسفہ نے ملحوظ رکھا: مثلاً اثیر الدین الابہری نے ہدایۃ الحکمۃ میں اور ہدایۃ الحکمۃ کے شارحین (جیسے صدرائے شیرازی) نے اپنی اپنی شرحوں میں۔ اسی طرح امام غزالی نے مقاصد الفلاسفہ میں اور محقق طوسی نے اخلاق ناصری میں بیان کیا ہے۔ یہ تقسیم بھی اساسی طور پر مذکورۃ الصدر تقسیم چہارگانہ سے مختلف ہے۔

متکلمین کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) متکلمین اہلِ بدعت جن کی ابتدا واصل بن عطاء الغزال معتزلی سے ہوتی ہے اور اس دور کا آخری متکلم ابو علی الجبائی ہے[1]۔ (۲) متکلمین اہلِ سنت جن کی ابتدا امام ابوالحسن الاشعری سے ہوتی ہے اور اس گروہ کے خاتم امام فخرالدین الرازی ہیں۔

مگر دونوں ادوار کے متکلمین میں سے کسی کے یہاں مذکورۃ الصدر تقسیم چہارگانہ کا پتہ نہیں چلتا۔

محقق طوسی کے بعد فلسفہ اور کلام آپس میں مخلوط ہو گئے چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے:-

"ثم توغل المتاخرون من بعدھم ... بعد ازاں متاخرین نے کتب فلسفیہ کی مخالطت

[1] البتہ اس کے بعد دو معتزلی متکلمین بھی پیدا ہوئے مگر اس جیسا فاضل بعد میں پیدا نہیں ہوا۔

فخالطة كتب الفلسفة والتبس عليهم شأن الموضوع في العلمين فحسبوه فيهما واحداً من اشتباه المسائل فيها ..... ولقد اختلطت الطريقتان عند هؤلاء المتاخرين والتبست مسائل الكلام بمسائل الفلسفة بحيث لا يتميز احد الفنين من الآخر ولا يحصل عليه من كتبهم كما فعله البيضاوي في الطوالع ومن جاء بعده من علماء العجم في جميع تآليفهم ....

میں بہت زیادہ مبالغہ کیا اور دونوں فنون کلام وفلسفہ کے موضوع کی حقیقت ایک دوسرے کے ساتھ مل گئی۔ پس مسائل کی مشابہت کی وجہ سے دونوں کے موضوع کو ایک ہی سمجھا ...... اور متاخرین کے نزدیک دونوں طریقے خلط ملط ہو گئے اور مسائل کلامیہ مسائل فلسفہ کے ساتھ اس طرح مل جل گئے کہ ایک فن دوسرے سے غیر متمیز ہو گیا اور نہ طالب فن ان کی کتابوں سے اسے حاصل کر سکتا ہے۔ اس طریقہ کو قاضی ناصر الدین بیضاوی نے "طوالع الانوار" میں اختیار کیا ہے اور (اسی طرح) ان کے بعد جو دوسرے عجمی علماء پیدا ہوئے انھوں نے اپنی اپنی تصانیف میں[1]

اس اختلاط فنین والتباس موضوع کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں محض فلسفی یا محض متکلم بہت ہی کم پیدا ہوئے۔ البتہ ایک نئی جماعت معقولیوں کی جنھیں قاموس نویس (ENCYCLOPAEDISTS) کہنا کچھ زیادہ بعید عن الصواب نہ ہوگا پیدا ہوئی۔ محقق طوسی، قطب الدین شیرازی، قاضی بیضاوی، شمس الدین اصفہانی، سراج الدین ارموی، علامہ تفتازانی، میر سید شریف جرجانی، کمال الدین مسعود شروانی، محقق دوانی، خواجہ جمال الدین محمود، مرزا جان شیرازی، صدر الدین شیرازی، میر غیاث الدین منصور، میر فتح اللہ شیرازی وغیرہم اسی جماعت کے گل سر سبد ہیں۔ محض فلسفی یا محض متکلم کے مصداق بہت ہی کم تھے مثلاً اثیر الدین الابہری، کاتبی قزوینی، میر باقر داماد، صدر الدین شیرازی، ملا محمود جونپوری فلاسفہ میں اور قاضی عضد الدین الایجی متکلمین میں۔

لیکن مذکورۃ الصدر تقسیم چہارگانہ نہ ان متکلمین میں ملتی ہے نہ خالص فلاسفہ میں اور نہ اس نئے طبقہ

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۲۸۹۔

علمائے معقول میں۔

تقسیمِ علوم کے موضوع پر ایک اور جماعت نے بھی لکھا ہے۔ لیکن اصولاً یہ فلاسفہ و منطقیین یا متکلمین کی جماعت نہیں تھی بلکہ ادبا و کتاب کی جماعت تھی جس کے پیشِ نظر یا تو مختلف علوم میں استعمال ہونے والے مصطلحات کی توضیح تھی یا مختلف علوم و فنون میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کی فہارس مرتب کرنا تھا۔ اس قسم کی قدیم ترین کتاب محمد بن اسحاق المعروف با بن الندیم کی کتاب الفہرست ہے۔ اس میں دس مقالے ہیں

مقالۂ اولیٰ = دنیا کی زبانیں اور رسم الخط، الہامی کتابیں اور علوم قرآن۔

مقالۂ ثانیہ = علم نحو — مقالۂ سادسہ = علم الفقہ و الحدیث

مقالۂ ثالثہ = علم التاریخ — مقالۂ سابعہ = علوم حکمیہ (فلسفہ، ریاضی اور طب)

مقالۂ رابعہ = شعر و شعراء — مقالۂ ثامنہ = خرافاتی علوم و افسانوی ادب

مقالۂ خامسہ = علم الکلام — مقالۂ تاسعہ = ملل و نحل

مقالۂ عاشرہ = علم الکیمیا

ابن الندیم کا ہمعصر ابو عبداللہ محمد بن احمد بن یوسف الکاتب الخوارزمی تھا (سالِ وفات ۳۸۷ھ) ابن الندیم نے جیسا کہ خود کہا ہے اپنے زمانہ کی مروجہ کتابوں کی فہرست (BIBLIOGRAPHY) مرتب کی تھی۔

"ھذا فہرست کتب جمیع الامم من العرب والعجم الموجود منہا بلغۃ العرب وقلمہا فی اصناف العلوم واخبار مصنفیہا"[1]

الخوارزمی نے "مفاتیح العلوم" میں مختلف علوم کا تعارف کرایا تھا۔ کتاب کے دو حصے تھے ایک علوم شرعیہ میں دوسرا یونانی علوم کے بیان میں۔

وجعلتہ مقالتین احداھما لعلوم	اور میں نے اس کتاب کو دو مقالوں پر تقسیم کیا ہے:
الشریعۃ وما یقترن بہا من العلوم	ایک شرعی علوم اور ان سے متعلق عربی زبان کے لسانی
العربیۃ والثانیۃ لعلوم العجم	علوم کے بیان میں اور دوسرا یونانی اور دیگر اقوام
من الیونانیین وغیرہم من الامم[2]	کے غیر عربی (علوم دخیلہ) کے بیان میں۔

[1] الفہرست لابن الندیم ص ۲۔ [2] مفاتیح العلوم للخوارزمی ص ۴

© rasailojaraid.com

پہلے مقالہ میں چھ ابواب ہیں: فقہ، کلام، نحو، کتابت و دیوان (SECRETARIAL PRO-CEEDURE) شعر و عروض اور تاریخ۔ دوسرے مقالہ میں نو باب ہیں: فلسفہ، منطق، طب، علم الحساب، ہندسہ، نجوم، موسیقی، علم الحیل (MECHANICE) اور کیمیا۔

آٹھویں صدی میں شمس الدین محمد بن ابراہیم بن ساعد السنجاری الکفانی (المتوفی ۷۴۹ھ) نے اسی موضوع پر رسالہ "ارشاد القاصد الی اسنی المقاصد" مرتب کیا مگر تقسیم و ترتیب کتاب میں اکثر فارابی ہی کا اتباع کیا اور خصوصیت سے اس کی احصاء العلوم کو سامنے رکھا۔

آٹھویں صدی کے نصف آخر میں، مورخ شہیر ابن خلدون نے اپنی تاریخ (کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر) کے مقدمہ کی آخری فصل میں مختلف علوم کے نشو و ارتقاء پر ایک مبسوط بحث لکھی۔

لیکن ان دونوں مصنفوں کے یہاں علوم (یا علماء) کی تقسیم میں ہیئتہ تقسیم چہار گانہ کا ادنیٰ ابہام بھی نہیں پایا جاتا۔

دسویں صدی کے وسط میں طاشکبری زادہ نے اس موضوع پر "مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ" لکھی اور تین سو سے زائد علوم کی مشہور کتابوں کے نام ثبت کئے۔ ان تین سو سے زائد علوم کو انھوں نے سات اقسام میں منقسم کیا ہے: علم الخط، علم اللسان (بشمول علم التاریخ) علم المنطق، حکمت نظریہ (طبیعیات، ریاضیات، الہیات)، حکمت عملیہ (اخلاق و تدبیر منزل اور علم السیاسۃ) علوم شرعیہ (قراءۃ، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام) اور علم التصوف۔ وجہ تقسیم آگے آرہی ہے لیکن اس تقسیم ہفتگانہ کا مذکورالصدر تقسیم چہارگانہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

گیارہویں صدی کے وسط میں حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" لکھی۔ حاجی خلیفہ نے کوئی مستقل تقسیم نہیں پیش کی صرف اپنے پیشروؤں کی پیش کردہ تقاسیم دہرا دی ہیں۔ انھوں نے تقسیمیں لکھی ہیں۔

پہلی تقسیم علامہ حفید کی ہے اس کی رو سے علوم مدونہ کی دو قسمیں ہیں: علوم شرعیہ اور علوم فلسفیہ

دوسری تقسیم "الفوائد الخاقانیہ" سے ماخوذ ہے۔ اس کی رو سے علوم کی دو قسمیں ہیں نظری اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصود بالذات) اور عملی (علوم آلیہ) پھر نظری و عملی کے محل استعمال تین ہیں۔

ا۔ وہ علوم جو کیفیت عمل سے متعلق ہوں عملی علوم ہیں خواہ عمل ذہنی ہو جس سے متعلق علم منطق ہے خواہ خارجی ہو جس سے متعلقہ علوم طب وغیرہ دست کاریاں ہیں۔

ب۔ جو امور ہمارے اختیار میں ہیں ان کا علم حکمت عملی ہے جیسے علم الاخلاق، وتدبیر مدن ورنہ حکمت نظری

ج۔ عمل کا تیسرا مفہوم وہ ہے جو ممارست عمل پر موقوف ہو جیسے نقاشی اور خیاطت وحیاکت وغیرہ دست کاریاں۔ اس حیثیت سے نحو، منطق اور فقہ وطب وغیرہ عملی نہیں ہیں کیونکہ وہ مزاولت و ممارست پر موقوف نہیں ہیں۔

تیسری تقسیم بھی فوائد خاقانیہ (مصنفہ ابن صدر الدین) سے ماخوذ ہے۔ اس کا ماحصل حسب ذیل ہے۔

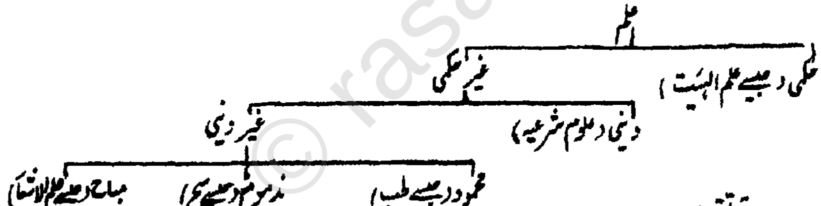

چوتھی تقسیم "شفاء السالم" سے ماخوذ ہے۔ اس کا ماحصل حسب ذیل ہے۔

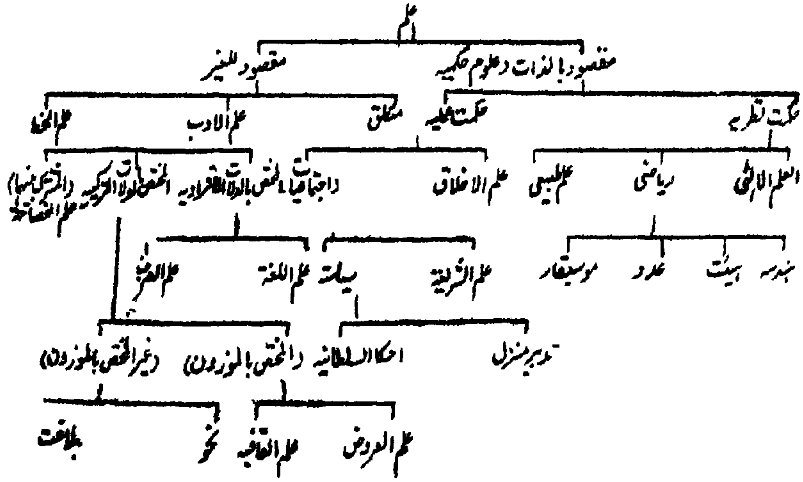

© rasailojaraid.com

پانچویں تقسیم طاش کبری زادہ کی مفتاح السعادۃ و مصباح السیادہ سے ماخوذ ہے اور اسے حاجی خلیفہ نے پسند کیا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

"التقسیم الخامس ما ذکرہ صاحب مفتاح السعادۃ وھو احسن من الجمیع"

اس تقسیم کا منشا یہ ہے کہ وجودِ اشیاء کے چار مراتب ہیں: کتابت، عبارت، اذہان، اعیان۔ ان میں سے پہلے تین مراتب سے جو علوم متعلق ہیں وہ آلی ہیں اور مرتبۂ رابعہ (اعیان) سے متعلقہ علوم یا عملی ہوتے ہیں یا نظری اور یہ دونوں یا تو شرع سے ماخوذ ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس طرح علوم کی سات قسمیں ہیں

۱۔ علم الخط
۲۔ علم اللسان (بشمول علم تاریخ)
۳۔ علم المنطق
۴۔ حکمتِ نظریہ (العلم الالٰہی، علم طبیعی، ریاضی)
۵۔ حکمت عملیہ (اخلاق، تدبیر منزل، علم السیاسۃ)
۶۔ علوم شرعیہ (قرأۃ، تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، علم الکلام)
۷۔ علم تصوف

ظاہر ہے ان تمام تقاسیم کا مبینہ تقسیم چہارگانہ سے کوئی تعلق نہیں۔ غرض اسلامی ثقافت کی اس طویل تاریخ میں حکماء و متکلمین میں سے کسی کے یہاں "مبینہ تقسیم چہارگانہ" دیکھنے میں نہیں آئی۔ لہٰذا یہ "تقسیم چہارگانہ" نہ تو منہ میزانیین و متکلمین کا متفقہ قول ہے،

(۲) نہ اُن کی کسی جماعت کا قول ہے، اور

(۳) نہ اُن کے کسی فرد کا قول ہے

البتہ حاجی خلیفہ (المتوفی ۱۰۶۸ھ) نے گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" کے اندر حکمت اشراق کے سلسلے میں لکھا تھا کہ

"واما الحکمۃ الاشراق فہی من العلوم الفلسفۃ بمنزلۃ التصوف من العلوم الاسلامیۃ کما ان الحکمۃ الطبیعۃ والالٰہیۃ منہا

رہا اشراقی فلسفہ تو اس کا فلسفیانہ علوم میں وہی مرتبہ ہے جو تصوف کا اسلامی علوم میں جس طرح حکمتِ طبیعیہ و الٰہیہ کی فلسفہ کے اندر وہ حیثیت ہے جو علم کلام کی اسلامی

© rasailojaraid.com

"بمنزلة الكلام منها"[1] علوم میں

اور اس کی توضیح میں لکھا تھا کہ نفسِ انسانی کی سعادت غایۃ مبدء و معاد کی معرفت میں ہے اور اس کے دو طریقے ہیں: نظر و استدلال اور ریاضت و مجاہدات۔ طریقِ اوّل کا سالک اگر کسی پیغمبر کی شریعت کا تابع ہو تو متکلم کہلاتا ہے ورنہ مشائی اور طریقِ ثانی کے سالک کی ریاضت اگر احکامِ شرع کے موافق ہوں تو صوفی کہلاتا ہے ورنہ اشراقی۔ فرماتے ہیں۔

"والطريق الى هذه المعرفة من	مبدء و معاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں: ایک
وجهين: احدهما طريقة اهل النظر	اہلِ نظر و استدلال کا طریقہ ہے اور دوسرا اربابِ
والاستدلال وثانيهما طريقة اهل	ریاضات و مجاہدات کا۔ پہلے طریقہ کے عاملین
الرياضة والمجاهدات والسالكون	اگر کسی نبی کے دین کے پیرو ہوں تو متکلمین کہلاتے
للطريقة الاولى ان التزموا ملة	ہیں ورنہ حکمائے مشائین۔ اسی طرح دوسرے طریقہ
من ملل الانبياء عليهم الصلوٰة	پر چلنے والے اگر اپنی ریاضت و مجاہدہ میں احکامِ
والسلام فهم المتكلمون والا فهم	شرعیہ کی موافقت کرتے ہوں تو صوفی کہلاتے
الحكماء المشاؤن والسالكون الى	ہیں ورنہ حکمائے اشراقیین۔ . . . . . .
الطريقة الثانية ان وافقوا في رياضتهم	. . . .
احكام الشرع فهم الصوفية والا فهم	. . . .
الحكماء الاشراقون"[2]	. . . .

پس اگر حکیم صاحب کے نزدیک "فلاسفۂ میزانیین و متکلمین" کا مصداق حاجی خلیفہ ہی کی شخصیت میں منحصر ہو سکتا ہے تو انہیں وضعِ اصطلاح کا حق حاصل ہے۔ بقول محقق طوسی "فللمصطلحين ان يعبروا عن كل معنى بعبارة يريدون انها مناسبة لان لذلك المعنى" لیکن یہ کوئی مناسب اصطلاح نہ ہوگی کیونکہ ظاہر الفاظ کی وسعت کے مقابلے میں مصداق بہت ہی تنگ و محدود ہے۔ اس عرضداشت کا مقصد حاشا و کلا حاجی خلیفہ کا

---

[1] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون جلد اوّل ص ۴۴۴۔ [2] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استخفاف روا رکھا ہے۔ "تاریخ تدوین علوم" کے باب میں اُن کی کشف الظنون ایک واجب الاحترام علمی کارنامہ ہے، لیکن فارابی و ابن سینا، ابوالہذیل العلاف، ابواسحٰق النظام، امام اشعری و قاضی باقلانی، امام غزالی و امام رازی، محقق طوسی و قطب الدین شیرازی، کاتبی قزوینی و اثیر الدین ابہری، سراج الدین ارموی و قاضی عضد الدین جیسے فحول حکمار و مشاہیر متکلمین کے مقابلے میں حاجی خلیفہ کو "فلاسفۂ میزان و متکلمین" کا مصداق قرار دینا فرقِ مراتب کی عدم مراعات کے مترادف ہوگا۔

نیز ان افاضلِ روزگار کی خاموشی بلکہ تبادل طریق تقسیم کے پیشِ نظر اگر اس دلیل میں زیادہ وزن نہ رہے تو غالباً بیجا نہ ہوگا۔

تقسیم چہارگانہ کی عدم جامعیت

پھر یہ بینہ تقسیم جامع بھی نہیں ہے۔ علمائے لسانیات (نحاۃ و اہل لغت) کو تو چھوڑیے خود علمار تفسیر و حدیث اور فقہار و اصولیین کے لئے "عالم" کے بینہ اقسامِ اربعہ میں سے کسی قسم کے تحت محسوب ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ شق تو قطعاً ناقابلِ اعتبار ہے کہ ان علمار کرام کو "عالم" کے مصداق ہی سے خارج کر دیا جائے کیونکہ عامۃ اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ حضرات "عالم" ہیں بلکہ اکثر لوگ تو علم کا مصداق صرف تفسیر و حدیث اور فقہ ہی میں منحصر سمجھتے ہیں، چنانچہ ان علوم کی جلالتِ شان کے بارے میں یہ اشعار نقل کئے ہیں :۔

كل العلوم سوى القرآن مشغلة | الا الحديث و الا الفقه في الدين
العلم ما كان فيه قال حدثنا | وما سوى ذاك وسواس الشياطين

صرف یہ شق باقی رہ جاتی ہے کہ چونکہ یہ حضرات (۱) تابع دین سماوی ہیں (متبع اسلام ہیں) اور (۲) استدلال سے کام لیتے ہیں (ہرچند کہ اُن کا استدلال محض استشہاد بالکتاب والسنۃ تک محدود رہتا ہے) لہٰذا انھیں بھی متکلمین ہی کے زمرے میں محسوب کیا جائے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ حضرات اس تلقب کو تنابز سے کم نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک کلام ایسی گناہ ہے جس سے زیادہ سوائے شرک کے اور کوئی گناہ نہیں ہے چنانچہ امام ابو یوسفؒ سے (بعض حضرات کے نزدیک امام شعبی سے) مروی ہے

"من طلب الدين بالكلام تزندق"[1]

جس نے دین کو علم کلام کی مدد سے حاصل کیا وہ زندیق ہو گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح امام شافعیؒ سے مروی ہے

"ماتردی احد فی الکلام فافلح"[1]

انھیں سے دوسری روایت ہے

لو علم الناس ما فی الکلام فی الاھواء لفرّوا منه کما یفر من الاسد۔[2]

تیسری روایت ہے

"لان یبتلی المرء بکل ما نھی اللہ عنه سوی الشرک خیر له من الکلام"[3]

چوتھی روایت ہے۔

"حکمی فی اھل الکلام ان یضربوا بالجرید والنعال ویطاف بھم فی القبائل والعشائر ویقال ھذا جزاء من ترک الکتاب والسنة واقبل علی الکلام"[4]

ظاہر ہے جب کلام سے یہ روایتی بغض و عناد ہو (ہر چند کہ امام اشعری کے بعد سنجیدہ علمائے کرام نے اس مذمت میں تعدیل کر دی) تو علمائے دین (حضرات مفسرین و محدثین و فقہاء) خود کو متکلمین کے زمرہ میں محسوب کرانا یقیناً پسند نہ فرمائیں گے۔

غرض "عالم" کی یہ بیشتر تقسیم چہارگانہ جامع نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ ایک غیر جامع تقسیم اتنی وزنی نہیں ہو سکتی جیسا کہ ایک جامع تقسیم ہوا کرتی ہے۔

---

[1] کوئی شخص علم کلام میں مشغول ہو کر فلاح یاب نہیں ہوا

[2] اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علم کلام میں کیا بدعات واہوا بھری ہوئی ہیں تو وہ اُس سے اس طرح بھاگیں جیسے شیر سے بھاگتے ہیں

[3] اگر کوئی شخص شرک کے سوا تمام منہیات شرعیہ میں مبتلا ہو جائے تو یہ علم کلام میں مشغولیت سے بہتر ہے۔

[4] اہل کلام متکلمین کے بارے میں میرا حکم یہ ہے کہ اُن کے چھڑیاں اور جوتے لگائے جائیں اور قبائل میں ان کی تشہیر کرائی جائے اور یہ اعلان کرایا جائے کہ یہ اُس شخص کی سزا ہے جس نے قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال دیا اور علم کلام کی تحصیل میں مشغول ہو گیا۔

© rasailojaraid.com